سبعہ احرف پر قرآنِ مجید کا نزول

(تجزیاتی مطالعہ)

محمد فاروق حیدر*

سبعہ احرف پر نزول قرآن علوم القرآن کی اہم ،مشکل اور معرکۃ الآراء بحث ہے۔ اس بحث کا علوم القرآن کی دیگر انواع جمع قرآن، قراءات اور رسم مصحف وغیرہ سے بھی گہرا تعلق ہے۔ یہ موضوع اہل علم کے درمیان اختلافی رہا ہے اور علماء کے اس بارے میں کثیر التعداد اقوال پائے جاتے ہیں اس موضوع کے مشکل اور دقیق ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ فن قراءات کے مشہور امام ابن جزریؒ نے تیس سال اس بحث میں غور وفکر کرتے رہے اور اسکے بعد سبعہ احرف کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی۔

سبعہ احرف اور اس جیسے علوم القرآن کے دیگر موضوعات بلا شبہ قرآن کے معجزہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں علماء نے سبعہ احرف کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے اکثر مفسرین جیسے ابن جریر، ابن عطیہ اور علامہ قرطبی وغیرہ نے اپنی اپنی کتب تفاسیر کے مقدمات میں (۱) ،محدثین جیسے امام طحاوی، ابو الولید باجی اور علامہ بدر الدین عینی وغیرہ نے اپنی کتب احادیث میں (۲) اور علوم القرآن کے ماہرین جیسے ابو عبید، ابن قتیبہ، ابن جوزیؒ، امام ابن جزری اور علامہ سیوطیؒ وغیرہ نے اپنی اپنی کتب میں سبعہ احرف سے بحث کی ہے۔(۳) اس کے علاوہ متقدمین میں سے امام دانی نے اس موضوع پر الاحرف السبعۃ کے نام سے مستقل کتاب لکھی۔(۴)

یہ بحث بڑی تفصیل طلب ہے لیکن یہاں اس بحث کے سمجھنے کے لیے جن پہلوؤں کا جاننا ضروری ہے ان کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیا جائے گا۔

(۱)سبعہ احرف پر نزول قرآن کا احادیث سے ثبوت:

سات حروف پر قرآن مجید کے نزول سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی روایات منقول ہیں جو تواتر کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا۔ ابو عبید قاسم بن سلام نے سبعہ احرف والی احادیث نقل کر کے لکھا ہے:

"قد تواترت هذه الاحاديث كلها على الاحرف السبعة"(۵)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی، لاہور

اس حدیث کے کئی طرق ہیں۔ امام ابن جزریؒ نے ان کو اپنی ایک کتاب میں جمع کیا ہے اس بارے اپنی کتاب النشر میں لکھتے ہیں:

"وقد تتبعت طرق هذا الحديث فى جزء مفرد جمعته فى ذلك فرويناه من حديث عمر بن خطاب، وهشام بن حكيم بن حزام، و عبدالرحمن بن عوف، ابى بن كعب، وعبدالله بن مسعود، و معاذ بن جبل، وأبى هريرة، و عبدالله بن عباس، و ابو سعيدخدرى، وحذيفة ابن اليمان، وأبى بكرة، و عمرو بن العاص، و زيد بن ارقم، وأنس بن مالك، وسمرة ابن جندب، وعمر بن ابى سلمة، وابى جهيم، وأبى طلحة الانصارى، و ام ايوب الانصارية رضى الله عنهم "(٦)

یہاں وہ روایات درج ذیل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا۔

(۱) حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کی حیاتِ مبارکہ میں ہشام بن حکیمؓ کو سورہ فرقان پڑھتے سنا میں نے ان کی قراءات سنی تو وہ بہت سے ایسے حروف پر پڑھ رہے تھے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے تو میں نماز ہی کے دوران ان پر حملہ کرنے والا تھا پھر میں نے صبر کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر پوچھا کہ آپ کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے جس پر تلاوت کرتے ہوئے میں نے آپ کو سنا ہے انہوں نے کہا مجھے یہ سورت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہے۔ اس پر میں نے کہا آپ نے جھوٹ بولا ہے مجھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت اس طریقے پر پڑھائی جو آپ کی قراءات سے مختلف ہے پس میں انہیں کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا میں نے عرض کی کہ میں نے ان کو سورہ فرقان ان حروف پر پڑھتے سنا ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت مجھے نہیں پڑھائی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو پھر فرمایا ہشام تم پڑھو تو ہشام نے اسی طریقے پر پڑھا جس پر میں نے ان کو پڑھتے سنا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کذلک انزلت) اسی طرح نازل ہوئی پھر فرمایا اے عمر تم پڑھو میں نے اسی طریقے سے پڑھی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھائی تھی۔ آپ نے فرمایا (کذلک انزلت) اسی طرح نازل ہوئی بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے پس ان میں سے جو تمہارے لیے آسان ہو اسی کے مطابق پڑھ لیا کرو۔ (۷)

(۲) حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص آ کر نماز پڑھنے لگا اور اس نے ایسی قراءات کی جو میرے لیے اجنبی تھی پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے جو قراءات کی وہ پہلے شخص سے مختلف تھی پھر جب ہم نے نماز مکمل کر لی ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے عرض کی کہ اس شخص نے ایسی قراءات کی جو میرے لیے اجنبی تھی۔

پھر دوسرا شخص آیا تو اس نے پہلے شخص سے بھی مختلف قراءات کی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو

حکم دیا کہ وہ پڑھیں دونوں نے قراءات کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو صحیح قرار دیا اس پر میرے نفس میں ایسی تکذیب پیدا ہوئی جو دورِ جاہلیت میں نہیں تھی تو جب رسول اللہ نے میری اس کیفیت کو دیکھا تو میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے مجھے پسینہ آ گیا اور ایسی کیفیت طاری ہوئی گویا کہ میں اللہ عزوجل کو ڈرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے ابی مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں میں نے گذارش کی کہ میری امت پر آسانی فرما پھر دوسری مرتبہ مجھے دو حرفوں پر پڑھنے کا حکم دیا گیا میں نے گذارش کہ میری امت پر آسانی فرما پھر تیسری مرتبہ مجھے قرآن کو سات حروف پر پڑھنے کا حکم ہوا۔(۸)

(۳) حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی غفار کے تالاب کے پاس تھے کہ آپ کے پاس جبرائیلؑ آئے اور فرمایا کہ اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن کو ایک حرف پر پڑھے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں معافی اور مغفرت طلب کرتا ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی دوسری مرتبہ جبرئیل آئے اور فرمایا کہ اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن کو دو حروف پر پڑھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں معافی اور مغفرت چاہتا ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی جبرئیل تیسری مرتبہ آئے اور فرمایا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو تین حروف پر پڑھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں معافی اور مغفرت چاہتا ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ جبرئیلؑ چوتھی مرتبہ آئے اور فرمایا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن پاک کو سات حروف پر پڑھے تو ان میں سے جس حرف پر بھی وہ پڑھیں گے درست پڑھیں گے۔(۹)

(۴) حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے جس کے آخری حصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیلؑ اور میکائیلؑ دونوں میرے پاس آئے جبرئیل میری دائیں طرف اور میکائیل بائیں طرف بیٹھ گئے جبرئیل نے فرمایا قرآن ایک حرف پر پڑھیں جبکہ میکائیل نے فرمایا اس میں اضافہ کروائیں۔ یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا جن میں سے ہر حرف شافی کافی ہے۔(۱۰)

(۵) حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیلؑ سے ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیلؑ میں ایسی امت کی طرف بھیجا گیا ہوں جو ان پڑھ ہے ان میں بوڑھی عورتیں، بوڑھے مرد لڑکے لڑکیاں اور ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی جبرائیل نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔(۱۱)

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جبکہ میں نے وہی آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے برخلاف پڑھتے سنا تو میں اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور آپ کو یہ بات بتائی اس پر میں نے

آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کا اظہار محسوس کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں صحیح پڑھتے ہو اور اختلاف نہ کیا کرو بے شک تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔''
(۱۲)

(۷) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل نے مجھے ایک حرف پر قرآن پڑھایا پس میں نے ان کی طرف رجوع کیا اور اس میں اضافہ کرواتا رہا اور وہ اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ یہ معاملہ سات حروف پر پڑھنے کی اجازت پر ختم ہوا۔ (۱۳)

مذکورہ بالا احادیث سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں:

۱۔ یہ حروف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہکذا انزلت ان حروف کے توقیفی ہونے پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے۔

۲۔ صحابہؓ کے درمیان قرآن کے معانی، تفسیر یا احکام میں اختلاف واقع نہیں ہوا بلکہ قرآن مجید کے الفاظ اور ان کی طرزِ ادائیگی میں اختلاف تھا۔

۳۔ ان مرویات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سبعہ احرف میں سبعہ سے مراد سات کا حقیقی عدد مراد ہے۔

۴۔ سات حروف پر قرآن مجید کا نزول امت کی آسانی اور سہولت کی غرض سے تھا۔

۵۔ صحابہ کرامؓ کا کتاب اللہ سے انتہائی مضبوط تعلق تھا وہ اس کی حفاظت کے بارے میں بہت محتاط تھے جب بھی انہیں اختلاف قراءات کا احساس ہوا تو انہوں نے فوری طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا۔

۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مختلف حروف پر قرآن پڑھایا لہٰذا کبھی کسی ایک کی قراءات کو دوسرے صحابی کی قراءات پر ترجیح نہیں دی۔ بلکہ صحابہؓ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قراءات کا اختلاف لے کر حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی تحسین فرمائی۔

(ب) سبعہ احرف کا معنی و مفہوم:

سبعہ کے معنی سات کے ہیں یعنی وہ عدد جو چھ اور آٹھ کے درمیان معروف ہے۔

احرف: حرف کے کئی معانی ہیں مثلاً کسی چیز کا کنارہ، حروف ہجائیہ میں سے ایک، کلمہ، خطبہ، قصیدۃ، معنی، جہت، وجہ، قراءات اور لغت وغیرہ۔ (۱۴) البتہ مشہور قاری ابو عمرو الدانی نے حدیث سبعہ احرف کے تحت حرف کے دو معنی لکھے ہیں۔

۱۔ لغات کی وجوہ ۲۔ قراءات (۱۵)

احرف کے معانی میں اختلاف کی وجہ سے سبعہ احرف میں احرف کا مفہوم متعین کرنے میں اختلاف ہے۔

سبعہ احرف کا مفہوم:

یہ بات تو یقینی اور ثابت شدہ ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا لیکن احادیث میں سبعہ احرف سے کیا مراد ہے اس بات میں علماء کے درمیان اختلاف ہے جس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ کسی نص سے سبعہ احرف کے معانی متعین نہیں ہوتے علامہ زرکشیؒ نے ابن عربیؒ کا قول نقل کیا ہے:

"لم يأت في معنى هذا السبع نص ولا اثر واختلف الناس في تعينها" (۱۶)

اس بارے کوئی واضح نص نہ ہونے کی وجہ سے علماء نے اپنے اپنے علم اور تحقیق کی بنیاد پر سبعہ احرف کے معانی متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور ابن حبان نے اس بارے پینتیس اقوال نقل کیے۔" (۱۷)

جبکہ علامہ سیوطیؒ نے اس بارے چالیس اقوال نقل کیے ہیں۔ (۱۸) لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کم ہی ایسے اقوال ہیں جو اعتماد کے قابل ہیں اور جن کو علماء نے قابل ذکر سمجھا جیسے ابن جوزی نے ابن حبان کے ذکر کردہ ۳۵ اقوال میں سے ۱۴ اقوال کی تفصیل دی ہے اور باقی اقوال کے متعلق یہ صراحت کی ہے کہ "حدیث کی توجیہ میں ان پر اعتماد کرنا درست نہیں" (۱۹) ابن جوزیؒ کی طرح علامہ زرکشی نے بھی چودہ اقوال ہی کی تفصیل دی ہے۔ (۲۰) جبکہ علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں صرف پانچ اقوال کے ذکر کرنے پر ہی اکتفاء کیا۔ (۲۱)

یہاں چند معروف اقوال کی تفصیل درج ذیل ہے:

(ج) سبعہ احرف میں سبعہ سے مراد سات کا حقیقی عدد نہیں:

بعض علماء کا قول ہے کہ سبعہ احرف میں سبعہ سے مراد سات کا حقیقی عدد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تو آسانی، سہولت اور وسعت ہے اور لفظ سات کا اطلاق اکائیوں میں کثرت پر بھی بولا جاتا ہے جس طرح دہائیوں میں ستر اور سینکڑوں میں سات سو سے کثرت مراد ہوتی ہے اور اس سے کوئی معین عدد مراد نہیں ہوتا۔ (۲۲)

قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ/ ۱۱۴۹ء) (۲۳) کا موقف:

قاضی عیاضؒ نے اسی قول کو اپنایا ہے کہ سبعہ احرف میں سبعہ سے مراد سات کا حقیقی عدد نہیں ہے بلکہ یہاں وسعت مراد ہے۔ (۲۴)

متاخرین میں سے جمال الدین قاسمی (۲۵) اور مصطفیٰ صادق رافعی (۲۶) نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔

(د) سبعہ احرف سے مراد سات قراءات ہیں:

سبعہ احرف سے مراد سات قراءات ہیں مفسر خازن نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔

مفسر خازن (م ۷۴۱ھ/ ۱۳۴۰ء) (۲۷) کا موقف:

علی بن محمد جو خازن کے نام سے معروف ہیں نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اسی قول کو صحیح کہا ہے لکھتے ہیں:

''یہ قول صحیح ہے اور حدیث سے موافقت رکھتا ہے کیونکہ یہ سات قرأتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی منقول ہیں اور صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو محفوظ کیا اور حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کی جماعت نے مصاحف میں ان کو ثبت کیا اور انہیں کو درست قرار دیا اور ان میں سے جو متواتر نہیں تھیں ان قرأتوں کو حذف کر دیا۔ ان حروف میں اگرچہ معانی اور الفاظ کا اختلاف تھا لیکن ان میں تضاد اور تناقص نہ تھا۔'' (۲۸)

متاخرین اور جدید محققین علوم القرآن میں سے کسی نے اس قول کی تائید نہیں کی۔

(ھ) سبعہ احرف سے مراد سات لغات ہیں:

علماء کی اکثریت نے اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ سبعہ احرف سے مراد عرب کی سات لغات ہیں۔ اس موقف کے حامل علماء میں سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن وہب، ابوعبید قاسم بن سلام، ابن جریر طبری اور امام طحاوی وغیرہ شامل ہیں۔ (۲۹)

اس قول کے حامل علماء اس بات پر تو متفق ہیں کہ قرآن مجید سات لغات پر نازل ہوا لیکن قرآن مجید میں ان لغات کی موجودگی کی نوعیت کیا ہے اس بارے ان علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں تین اختلافی آراء سامنے آتی ہیں جن کو علماء نے اختیار کیا ہے۔

تینوں آراء کے حامل علماء میں سے نمایاں ابوعبید، ابن جریر اور امام طحاوی ہیں لیکن ان تین میں سے بھی سب سے زیادہ شہرت ابن جریر کے موقف کو ملی یہاں ان تینوں علماء کے موقف باری باری درج ذیل ہیں:

(ا) ابوعبید قاسم بن سلام (م۲۲۴ھ/ ۸۳۸ء) کی رائے:

ابوعبید کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ قرآن عربی لغات میں سے سات پر نازل ہوا لیکن یہ سات ایک حرف یا کلمہ میں نہیں پائی جاتیں بلکہ متفرق طور پر پورے قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ابوعبید نے اپنا یہ موقف اپنی کتاب فضائل القرآن میں بیان کیا ہے:

''ولیس معنی تلك السبعة أن یکون الحرف الواحد یقرأ علی سبعة أوجه، هذا شيئ غير موجود، ولكنه عندنا أنه نزل علی سبع لغات متفرقة فی جميع القرآن من لغات العرب، فيكون الحرف منها بلغة قبيلة، والثانی بلغة أخری سوی الاولی، والثالث بلغة اخری سواهما، كذلك إلی سبعة وبعض الاحياء أسعدبها واكثر حظا فيها من بعض، وذلك يبين فی احاديث تتری'' (۳۰)

ابوعبید نے اپنا یہی موقف اپنی دوسری کتاب غریب الحدیث میں بیان کر کے وہاں چار لغات کا تعین بھی کیا ہے لکھتے ہیں:

''هذه اللغات السبع متفرقة فی القرآن من بعضه نزل بلغة القريش، وبعضه بلغة هذيل، و بعضه بلغة هوازن، وبعضه بلغة أهل اليمن، و كذلك سائر اللغات و معانيها مع هذا كله

واحد"(۳۱)

جبکہ ابوالقاسم ہذلی نے اپنی کتاب الکامل میں ابوعبید کا قول نقل کیا ہے جس میں ابوعبید نے سات لغات کا تعین کیا ہے:

"قال ابو القاسم الهذلی فی کتابه ((الکامل)) :قال ابو عبید: المقصود سبع لغات، لغت قریش و هذیل و ثقیف و هوازن و کنانة و تمیم و الیمن"(۳۲)

آگے آپ نے اس کی وضاحت کی ہے کہ ضروری نہیں ہر حرف میں سات لغات ہوں بلکہ اگر اس میں دو، تین یا زیادہ بھی ہوں تو ان میں پڑھنا جائز ہے۔

"قال (ابو عبید): ولیس الشرط أن تأتی سبع لغات فی کل حرف، بل یجوز أن یأتی فی حرف و جهان أو ثلاثة أو اکثر،ولم تأت سبعة احرف الا فی کلمات یسیرة ،مثل:﴿افٍّ﴾ (۳۳) بالضم والفتح والکسر مع التنوین و بغیر تنوین مع الحرکات الثلاث و بالسکون"(۳۴)

ابوعبید کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ سبعہ احرف پر قرآن کے نزول سے مراد یہ ہے کہ قرآن سات لغات پر نازل ہوا جو متفرق طور پر قرآن مجید میں موجود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ہر حرف میں سات لغات ہوں بلکہ دو، تین یا زیادہ بھی ہو سکتی ہیں۔

اپنے موقف کے حق میں ابوعبید نے ان احادیث سے استدلال کیا جن میں صحابہؓ کے درمیان قراءات میں اختلاف ہوا لکھتے ہیں:

"تلك الاحادیث إنما هی: نزل القرآن علی سبعة أحرف، والاحرف لا معنی لها الااللغات، مع أن تأویل کل حدیث منها بین فی الحدیث نفسه،الا تری أن عمر قال: سمعت هشام بن حکیم یقرأ سورة الفرقان علی غیر ما أقرأ، فکذلك حدیث أبی بن کعب حین اختلف هو وغیره فی القراء ة ......"(۳۵)

ابوعبید کے بقول مذکورہ روایات ان کے موقف کی تائید کرتی ہیں۔مشہور امام مکی بن ابی طالب نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔(۳۶)

یہاں امام ابوعبید کے موقف کی تائید میں امام بیہقی اور ابن عطیہؒ کے اقوال درج ذیل ہیں۔امام بیہقی نے ابو عبید کے اس موقف کی تائید ان الفاظ میں کی ہے:

"والصحیح أن یکون المراد بالحروف السبعة اللغات السبع التی هی شائعة فی القرآن والیه ذهب ابو عبید"(۳۷)

ابن عطیہؒ نے بھی ابوعبید کی تائید کی ہے اور لکھا ہے:

"فمعنی قول النبیﷺ (انزل القرآن علی سبعة احرف) أی فیه عبارات سبع قبائل بلغة جملتها نزل القرآن فیعبر عن المعنی فیه مرة بعبارة قریش، ومرة بعبارة هذیل، ومرة بغیر ذلك

بحسب الا فصح والاوجز فی اللفظة"(۳۸)

ابن عطیہ نے اس موقف کے دلائل بھی دیے ہیں جن میں سے ایک درج ذیل ہے:

"الا تری أن فطر معناها عند غير قريش ابتدأ خلق الشيئ و عمله فجاء ت فی القران فلم تتجه لابن عباس حتی اختصم إليه اعرابيان فی بئر فقال احدهما: (انا فطرتها) قال ابن عباس: (ففهمت حينئذ موقع قوله تعالی:﴿فاطر السموت والارض﴾(۳۹)،(۴۰)

یعنی لفظ فطر کے معنی قریشی صحابی حضرت ابن عباسؓ کے لیے اجنبی تھے جو انہیں ایک کنویں کے بارے دیہاتی افراد کی لڑائی میں اس وقت سمجھ آئے جب ان میں سے ایک نے یہ کہا کہ میں نے اسے کھودا ہے یعنی اس کی ابتداء کی ہے۔

(۲) ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ/۹۲۲ء) کی تحقیق:

ابن جریرؒ کا موقف یہ ہے کہ سبعہ احرف سے مراد قرآن مجید کا سات لغات پر نازل ہونا ہے لیکن یہ سات لغات یکساں معانی کے ساتھ ایک ہی حرف یا کلمہ میں مختلف الفاظ کی صورت میں پائی جاتی ہیں۔

اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے ابن جریرؒ نے لکھا ہے:

"الاحرف السبعة التی انزل الله بها القرآن هن لغات السبع فی حرف واحد ،و كلمة واحدة، باختلاف الالفاظ واتفاق المعانی، كقول القائل:

هلم، و أقبل، وتعال، وإلیّ، وقصدی، ونحوی، وقربی، ونحو ذلك مما تختلف فيه الالفاظ بضروب من المنطق وتتفق فيه المعانی"(۴۱)

آپ کے اس موقف کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ سات حروف اب موجود نہیں ہیں بلکہ عہدِ عثمانیؓ میں امت کو اختلاف سے محفوظ رکھنے کے لیے باقی چھ حروف کو متروک قرار دے دیا گیا۔ (۴۲)

ابن جریرؒ کے اس موقف کی تائید اکثر علماء نے کی ہے یہاں علامہ قرطبیؒ اور علامہ ابن قیمؒ کے اقوال درج ذیل ہیں:

علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں تو پانچ اقوال نقل کیے ہیں لیکن اپنی دوسری کتاب التذکار میں اسی قول کو اپنایا ہے لکھتے ہیں:

"اختلف العلماء فی المراد بالسبعة الاحرف علی اقوال عديدة، جماعها خمسة و ثلاثون قولاً ذكرها ابو حاتم محمد بن حبان البستی، ذكرنا منها فی مقدمة جامع احكام القرآن خمسة اقوال وتلك امهاتها واليها يرجع جلها، نذكر منها ها هنا قولا واحدا وهو احسنها إن شاء الله تعالیٰ، وهو الذی عليه اكثر اهل العلم كسفيان بن عيينة، وعبدالله بن وهب، والطبری،والطحاوی وغيرهم: أن المراد سبعة اوجه من المعانی المتقاربة بألفاظ مختلفة نحو: أقبل، وتعال وهلم"(۴۳)

سبعہ احرف کی مراد کے تعین میں علماء کے درمیان اختلاف کئی اقوال پر ہے۔ وہ پینتیس اقوال ہیں جن کا ذکر ابوحاتم محمد بن حبان بستی نے کیا۔ ہم نے ان میں سے پانچ اقوال کا ذکر اپنی تفسیر جامع احکام القران کے مقدمہ میں کیا یہی وہ بنیادی اقوال ہیں جن کی طرف اکابر رجوع کرتے ہیں۔ یہاں ہم ان میں سے ایک ہی قول ذکر کرتے ہیں جو ان شاء اللہ ان میں سب سے بہتر ہے اور اکثر اہل علم اسی قول کی طرف گئے ہیں جیسے سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن وہب، طبری، طحاوی وغیرہ۔ وہ یہ ہے کہ اس سے مراد سات مختلف الفاظ کا متقارب معانی میں استعمال ہے جیسے اقبل، تعال اور ھلم۔

ابن قیمؒ نے ابن جریرؒ کے موقف کے دوسرے پہلو کی تائید میں لکھا ہے:

"جمع عثمان الناس على حرف واحد من الاحرف السبعة التى اطلق لها رسول الله صلى الله عليه وسلم القراءة بها لما كان ذلك مصلحة، فلما خاف الصحابةؓ على الامة أن يختلفوا فى القرآن و رأوا أن جمعهم على حرف واحد أسلم و أبعد من وقوع الاختلاف ،فعلوا ذلك، ومنعوا الناس من القراءة بغيره" (۴۴)

یعنی حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم سبعہ احرف میں سے ایک حرف پر جمع کیا جن پر رسول اللہؐ نے قراءات کا اطلاق کیا اسی میں مصلحت تھی۔ جب صحابہ کو امت کے قرآن کریم میں اختلاف کرنے کا خطرہ پیدا ہوا تو محسوس کیا کہ ان کو ایک حرف پر جمع کرنا ہی بہتر ہے اور یہ اختلاف سے بھی محفوظ رہے گا پس انہوں نے ایسا ہی کیا اور لوگوں کو منع کر دیا کہ وہ اس کے علاوہ پر تلاوت کریں۔

جدید محققین علوم القرآن میں سے ابوشہبہ (۴۵) مناع القطان (۴۶) ڈاکٹر فضل حسن عباس (۴۷) عبداللہ بن یوسف الجدیع (۴۸) کا یہی مذہب ہے۔ اس جماعت نے جن روایات سے استدلال کیا ہے ان میں سے تین درج ذیل ہیں:

((عن أبى بكرة ان جبرئيلؑ قال يا محمد اقرأ القرآن على حرف قال ميكائيلؑ استزده فاستزاده قال اقرأه على حرفين قال ميكائيل استزده فاستزاده حتى بلغ سبعة احرف قال كل شاف كاف ما لم تختم آية عذاب برحمة او آية رحمة بعذاب نحو قولك تعال و اقبل و هلم وأذهب واسرع واعجل)) (۴۹)

ابوبکرہ سے روایت ہے کہ جبرئیلؑ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو ایک حرف پر پڑھیے میکائیلؑ نے فرمایا اس پر اضافہ کروایے لہٰذا ایک حرف پر اضافہ کر دیا گیا اور جبرئیلؑ نے فرمایا دو حرفوں پر پڑھیے میکائیل نے پھر اضافے کے لیے کہا اس پر سات حروف تک اضافہ کر دیا گیا اور جبرئیلؑ نے فرمایا یہ سارے حروف کافی شافی ہیں لیکن عذاب کی آیت کو رحمت والی آیت سے اور رحمت والی آیت کو عذاب کی آیت کے ساتھ ختم نہ کیجیے۔ جیسے تعال، اقبل، ھلم کو اذھب، اسرع اور اعجل کے ساتھ۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے ارشاد باری تعالیٰ ﴿للذین اٰمنوا انظرونا﴾(۵۰) و للذین آمنوا امھلونا، للذین آمنو اخرونا اور الذین ارقبونا پڑھا کرتے تھے۔(۵۱)

حضرت ابی بن کعبؓ آیت ﴿کلما اضاء لھم مشوا فیہ﴾ (۵۲) میں (مشوا فیہ) کو مرّ وا فیہ اور سعوا فیہ پڑھتے تھے۔(۵۳)

ان دلائل کے علاوہ اس موقف پر جو اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں ابن جریرؒ نے انہیں سوالات کی صورت میں اُٹھایا ہے اور خود ہی اس کے جوابات دیے ہیں یہاں اس تفصیل کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ قرآن مجید میں وہ کون سی جگہ ہے جہاں ایک حرف کو ایک ہی معنی کے ساتھ مختلف الفاظ میں تلاوت کیا جاتا ہے۔

جواب میں لکھتے ہیں ''میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ سات حروف آج بھی قرآن مجید میں موجود ہیں بلکہ میں نے تو صرف حدیث کا مفہوم بیان کیا ہے۔

۲۔ دوسرے چھ حروف کیوں موجود نہیں ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو ان کی تعلیم دی۔

اللہ تعالیٰ نے ان حروف کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تو اگر وہ منسوخ ہو گئے تو اس کی دلیل کیا ہے یا امت نے انہیں بھلا دیا تو یہ قرآن کو ضائع کرنے کے مترادف ہے جس کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا یا اور کوئی بات ہے۔

اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ حروف منسوخ نہیں ہوئے اور نہ ہی امت نے انہیں ضائع کیا ہے وہ تو ان کی حفاظت پر مامور ہیں لیکن امت کو سات حروف میں سے ایک حرف پر قراءات کرنے کا اور کسی ایک حرف کو محفوظ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے نہ کہ سب حروف کو۔ جس طرح قسم کے کفارے میں اختیار دیا گیا ہے کہ یا تو غلام آزاد کرو یا کھانا کھلاؤ یا کپڑے پہناؤ تو اگر لوگ ان تین میں سے کسی ایک کفارے پر بھی متفق ہو جائیں اور باقی کسی صورت کا انکار بھی نہ کریں تو اللہ کا حکم تو پورا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح امت کو قرآن کی حفاظت اور اس کی قراءات کا حکم دیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی انہیں یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ ان سات میں سے جس پر چاہیں قراءت کریں لہٰذا سات حروف میں سے ایک حرف کو محفوظ کر کے باقی چھوڑ دینا قرآن کی حفاظت سے انحراف نہیں ہے کیونکہ ایک حرف کو محفوظ کرنے سے قرآن کی حفاظت کا وعدہ تو پورا ہو گیا۔

۳۔ قرآن مجید کو باقی چھ حروف چھوڑ کر ایک حرف پر محفوظ رکھنے کی کیا وجہ تھی۔

عہدِ عثمانی میں جب لوگ قراءات میں اختلاف کرنے لگے تو حضرت عثمانؓ نے دیگر صحابہؓ کے مشورہ سے قرآن کو ایک حرف پر محفوظ رکھنے کا اہتمام فرمایا اور باقی مصاحف جلوا دیے اس طرح صرف ایک حرف یعنی لغت قریش پر قرآن مجید محفوظ کر لیا گیا۔

۴۔ قرآن مجید عرب کی کون سی سات لغات پر نازل ہوا۔

جواب میں فرماتے ہیں: کہ یہ جاننا ضروری نہیں کہ باقی چھ لغات کون سی تھیں جن پر قرآن نازل ہوا کیونکہ باقی چھ اگر معلوم بھی ہو جائیں تب بھی آج ہم ان پر نہیں پڑھیں گے جس کی وجوہات پہلے ذکر کی جا چکی ہیں۔(۵۴)

(۳) امام طحاویؒ (م۳۲۱ھ/۹۳۳ء)(۵۵) کی رائے:

امام طحاوی بھی یہ مانتے ہیں کہ قرآن سات لغات پر نازل ہوا اور وہ سات لغات ایک ہی کلمہ میں پائی جاتی ہیں لیکن ابن جریرؒ کے موقف کا جو دوسرا پہلو ذکر کیا گیا کہ عہد عثمانی میں باقی چھ حروف کو متروک قرار دے دیا گیا سے متفق نہیں اس کے برعکس انہوں نے اپنا موقف اپنی کتاب مشکل الآثار میں بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

صحابہ کو شروع میں سہولت و آسانی کے لیے سات حروف پر پڑھنے کی اجازت دی گئی لیکن آہستہ آہستہ وہ اس لغت میں لکھنے اور پڑھنے کے عادی ہو گئے جس پر سب سے پہلے قرآن مجید نازل ہوا۔ لہٰذا باقی چھ حروف پر پڑھنے کی ضرورت ختم ہو گئی۔ اس ضرورت کے ختم ہونے سے باقی چھ حروف پر پڑھنے کا حکم بھی عہد نبوی ہی میں منسوخ ہو گیا اور ایک حرف پر قرآن مجید پڑھا جانے لگا۔(۵۶)

ابن جریرؒ اور امام طحاویؒ دونوں کے موقف میں فرق یہ ہے کہ ابن جریر کی رائے تو یہ ہے کہ سات حروف میں سے باقی چھ حروف منسوخ نہیں ہوئے بلکہ عہدِ عثمانیؓ میں ان کو متروک قرار دے دیا گیا جبکہ امام طحاویؒ کا موقف یہ ہے کہ عہدِ نبوی ہی میں سبعہ احرف میں سے باقی چھ حروف منسوخ ہو گئے اور ایک ہی حرف پر تلاوت کی اجازت باقی رہی۔

(و) سبعہ احرف سے مراد اختلاف قراءات کی سات نوعیتیں ہیں:

سات لغات والے قول کے بعد دوسرا مشہور قول یہی ہے متقدمین میں سے امام مالک (۵۷) ابن قتیبہ (۵۸) ابوالفضل رازیؒ (۵۹) قاضی ابن طیب باقلانی (۶۰) اور امام ابن جزریؒ (۶۱) کا یہی موقف ہے۔

اس دور کے علوم القرآن کے ماہرین میں سے علامہ زرقانی (۶۲) طاہر الجزائری (۶۳) ڈاکٹر صبحی صالح (۶۴) علامہ عدنان زوزو (۶۵) اور علامہ صابونی (۶۶) نے اسی قول کی تائید کی ہے۔

ان علماء کے درمیان بھی اختلاف قراءات کی سات نوعیّتوں کے تعین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں ان میں سے چند علماء کا موقف درج ذیل ہے۔

۱۔ امام مالکؒ (م۱۷۹ھ/۷۹۵ء)(۶۷) کا موقف:

امام مالکؒ کے نزدیک اختلاف قراءات کی درج ذیل سات نوعیتیں ہیں:

۱۔ واحد جمع کا اختلاف: مثلاً ﴿وتمت کلمة ربک﴾ اور ﴿کلمات ربک﴾(۶۸)

۲۔ تذ کیرو تانیث کا اختلاف: جیسے ﴿ولا یقبل﴾ اور ولا ﴿تقبل﴾ (۶۹)

۳۔ وجوہ اعراب کا اختلاف: مثلاً ﴿هل من خالق غیرُ الله﴾ اور ﴿غیرِ الله﴾ (۷۰)

۴۔ وجوہ تصریف کا اختلاف: جیسے ﴿یَعرِشون﴾ (۷۱)اور ﴿یعرشون﴾

۵۔ ادوات کا اختلاف: جیسے ﴿ولکنّ الشیاطینَ﴾ (۷۲) اور ﴿لکنِ الشیاطینُ﴾

۶۔ حروف کا اختلاف: جیسے تعلمون اور یعلمون اس کے علاوہ ﴿ننشزها﴾ (۷۳) اور ﴿ننشرها﴾

۷۔ لہجوں کا اختلاف: مثلاً تخفیف، تفخیم، امالہ، مد، قصر، اظہار اور ادغام وغیرہ۔ (۷۴)

۲۔ ابن قتیبہؒ (م ۲۷۶ھ/ ۸۸۹ء) کی رائے:

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب تاویل مشکل القرآن میں لکھا ہے:

"وقد تدبرت وجوه الخلاف فی القراء ت فوجدتها سبعة اوجه" (۷۵)

آگے آپ نے ان سات وجوہ کی تفصیل بیان کی ہے یہاں ان وجوہ کو اختصار کے ساتھ نقل کیا جائے گا۔

۱۔ پہلی وجہ اعراب اور حرکات کا ایسا اختلاف ہے جس سے نہ تو لفظ کی شکل بدلتی ہے اور نہ ہی معانی بدلتے ہیں جیسے ﴿اطهرُلکم﴾ (۷۶) اور اطهرَلکم اس کے علاوہ ﴿وهل نجازِی الا الکفور﴾ (۷۷) اور وهل یجازَی الا الکفور

۲۔ دوسری وجہ اعراب اور حرکات میں ایسا اختلاف ہے جس سے لفظ کی شکل میں تو فرق نہیں آتا لیکن ان کے معنی میں فرق پیدا ہوتا ہے مثلاً ﴿ربنا باعدبین اسفارنا﴾ (۷۸) اور ربنا باعَدَ بین اسفارنا.

۳۔ تیسری وجہ اعراب کی بجائے صرف حروف کا اختلاف ہے جس سے معنی تو بدلتے ہیں لیکن لفظ کی شکل نہیں بدلتی مثلاً ﴿ننشزها﴾ (۷۹) اور ننشرها.

۴۔ چوتھی وجہ حروف کا وہ اختلاف ہے جس سے لفظ کی شکل تو بدل جاتی ہے لیکن معنی نہیں بدلتے مثلاً (صیحۃ) (۸۰) اور زقیۃ اس کے علاوہ ﴿کالعهن المنفوش﴾ (۸۱) اور دوسری کالصوف المنفوش.

۵۔ پانچویں وجہ حروف کا ایسا اختلاف جس میں لفظ کی شکل اور اس کے معنی دونوں بدل جاتے ہیں مثلاً ﴿وطلح منضود﴾ (۸۲) اور دوسری وطلع منضود ہے۔

۶۔ چھٹی وجہ تقدیم و تاخیر کا اختلاف ہے مثلاً: ﴿وجاء ت سکرة الموت بالحق﴾ (۸۳) جبکہ دوسری قراءات و جاء ت سکرة الحق بالموت ہے۔

۷۔ ساتویں وجہ کمی زیادتی کا اختلاف ہے مثلاً ﴿وما عملته ایدیهم﴾ (۸۴) اور دوسری قراءات وما عملت ایدیهم ہے۔ (۸۵)

(۳) امام ابوالفضل رازی (م ۲۹۰ھ/۹۰۲ء) (۸۶) کا موقف:

علامہ زرقانی نے امام ابوالفضل رازی کے موقف کو مثالوں کے ساتھ واضح کیا ہے یہاں اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔(۸۷)

۱۔ اسماء کا اختلاف جس میں واحد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث کا اختلاف ہو مثلاً ﴿والذین ھم لا ماناتھم وعھدھم راعون﴾(۸۸) اسی طرح لامانتھم مفرد بھی پڑھا گیا ہے۔

۲۔ افعال کا اختلاف یعنی جس میں ماضی، مضارع اور امر کا اختلاف پایا جاتا ہو مثلاً ﴿فقالوا ربنا باعدبین اسفارنا﴾(۸۹) یہ اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔اور ربنا بَعّدْ بھی پڑھا گیا ہے۔

۳۔وجوہ اعراب کا اختلاف: مثلاً ﴿ذوالعرش المجید﴾(۹۰) اسی طرح لفظ مجید جر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ذوالعرش المجید۔

۴۔ کمی زیادتی کا اختلاف مثلاً یہ آیت ﴿وما خلق الذکر والانثی﴾(۹۱) ما خلق کے بغیر والذکر والانثی بھی پڑھا گیا ہے۔

۵۔ تقدیم و تاخیر کا اختلاف جیسے یہ آیت ﴿وجاء ت سکرۃ الموت بالحق﴾ (۹۲) اس طرح بھی پڑھی گئی وجاء ت سکرۃ الحق بالموت.

۶۔ ابدال کا اختلاف: مثلاً آیت میں لفظ ﴿ننشزھا﴾(۹۳) ننشرھا بھی پڑھا گیا۔

۷۔ لہجوں کا اختلاف: جیسے فتح و امالہ، ترقیق وتزویج ، اظہار و ادغام وغیرہ مثلاً آیت ﴿ھل اتاک حدیث موسیٰ﴾(۹۴) میں موسیٰ فتح اور امالہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

(۴) امام ابن جزریؒ (م ۸۳۳ھ/ ۱۴۲۹ء) (۹۵) کی تحقیق:

فن قراءت میں امام ابن جزریؒ کو غیر معمولی مہارت حاصل تھی آپ نے اس فن پر کئی کتابیں تالیف کیں سبعہ احرف والی حدیث کے متعلق آپ نے لکھا ہے۔میں اس حدیث کو مشکل سمجھ رہا تھا تیس سال سے زیادہ مدت تک اس میں گہرائی کے ساتھ غور وفکر کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے معانی مجھ پر کھول دیے جو ان شاء اللہ صحیح ہوں گے اور وہ یہ کہ میں نے صحیح، شاذ، ضعیف، اور منکر قراءات کو تلاش کیا تو ان کا سارا اختلاف سات وجوہ ہی میں شامل تھا اور ان سے باہر کوئی اختلاف نہ تھا۔(۹۶)

آگے آپ نے ان سات وجوہ کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ حرکات کا وہ اختلاف جس سے معنی اور شکل میں کوئی تبدیلی نہیں آتی مثلاً ﴿البخل﴾(۹۷) کی قراءات کی چار

نوعیتیں ہیں۔

۲۔ حرکات کا اختلاف جس سے شکل کی بجائے صرف معنی بدلتے ہیں مثلاً ﴿والدکر بعد امة﴾ (۹۸) اور امہ۔

۳۔ حروف کا ایسا اختلاف جس سے معنی بدلتے ہیں شکل نہیں بدلتی مثلاً ﴿ننجیک ببدنک﴾ (۹۹) اور ننحیک ببدنک۔

۴۔ حروف کا وہ اختلاف جس سے معنی نہیں بدلتے شکل بدلتی ہے مثلاً ﴿الصراط﴾ (۱۰۰) اور السراط۔

۵۔ حروف کا اختلاف جس میں معنی اور شکل دونوں بدلتے ہیں مثلاً اشدمنکم اور ﴿اشدمنھم﴾ (۱۰۱)

۶۔ تقدیم وتاخیر کا اختلاف مثلاً ﴿فیقتلون و یقتلون﴾ (۱۰۲)

۷۔ کمی زیادتی کا اختلاف مثلاً واوصی اور ﴿وصّی﴾ (۱۰۳)، (۱۰۴)

مذکورہ بالا تمام اقوال میں امام مالک اور امام ابوالفضل رازی کے اقوال اس حوالے سے منفرد اور نمایاں ہیں کہ ان دونوں نے اختلاف کی ساتویں وجہ لہجات کا اختلاف بتایا ہے جو کہ کسی اور نے ذکر نہیں کیا لیکن ان دونوں میں سے بھی ابوالفضل رازی کا قول زیادہ جامع ہے کیونکہ امام مالک نے کمی بیشی اور تقدیم وتاخیر کے اختلاف کو بیان نہیں کیا۔

(ذ) راجح قول

تمام اقوال میں سے راجح قول یہ ہے کہ سبعہ احرف سے مراد اختلاف قراءات کی سات نوعیتیں ہیں اس قول کو امام مالک، ابن قتیبہ، ابوالفضل رازی، باقلانی اور ابن جزری نے اختیار کیا ہے اور علوم القرآن کے جدید محققین میں سے علامہ زرقانی، ڈاکٹر صبحی صالح، عدنان زرزور، طاہر الجزائری اور علامہ صابونی نے اسی قول کی تائید کی ہے۔

مذکورہ علماء میں سے بھی بعض نے اختلاف قراءات کی سات نوعیّتوں کے تعین میں اختلاف کیا ہے تاہم ان میں سے بھی راجح رائے امام ابوالفضل رازی کی ہے کیونکہ ان کا قول قراءت کے اختلافات کو دوسرے اقوال کی نسبت سب سے زیادہ جامع ہے۔

علامہ زرقانی، ڈاکٹر عدنان زرزور اور علامہ صابونی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اس قول کے راجح ہونے کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ سبعہ احرف پر نزول قرآن والی احادیث سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔

۲۔ اس مذہب کا اعتماد استقراء تام پر ہے لہٰذا قراءات کے سارے اختلافات سبعہ احرف پر پورے اُترتے ہیں۔

۳۔اس موقف کو تسلیم کرنے سے کوئی بھی قابل احتراز چیز لازم نہیں آتی۔(۱۰۵)

اس قول کے راجح ہونے کی مزید وضاحت اس وقت ہوگی جب باقی اقوال کے رد میں دلائل پیش کیے جائیں گے۔ لٰہذا بحث کے دوران جتنی بھی آراء پیش کی گئیں یہاں باری باری ان کے مرجوح ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) پہلا قول جس میں یہ کہا گیا کہ سبعہ احرف میں سات سے حقیقی عدد مراد نہیں بلکہ اس میں وسعت ہے یہ قول اس لیے قابل اعتماد نہیں کیونکہ سبعہ احرف پر نزول قرآن کے بارے جو احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں سبعہ کا اطلاق سات کے حقیقی عدد پر واضح اور صریح ہے۔ مثلاً جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حرف پر پڑھنے کے لیے کہا گیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی سہولت کے لیے ان حروف میں اضافہ کرواتے رہے یہاں تک کہ آپ کو سات حروف پر پڑھنے کی اجازت ملی۔ یہ قول سبعہ احرف والی روایات سے مطابقت نہیں رکھتا اس لیے جمہور علماء کے نزدیک اس قول پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔(۱۰۶)

(۲) دوسرا قول جس میں سبعہ احرف سے سات قراءاتیں مراد لی گئیں باطل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس سے زیادہ قراءتیں منقول ہیں لٰہذا اگر انہیں سات تک محدود کر دیا جائے تو باقی متواتر قراءاتیں کہاں جائیں گی؟ یہ سات قراءتیں سبعہ احرف کا حصہ تو ہو سکتی ہیں لیکن یہ کہ سات حروف سے سات قراءاتیں مراد ہے غلط ہے۔ جمہور علماء نے اس کی تردید کی ہے۔(۱۰۷)

(۳) تیسرا قول جو ابو عبید کا ہے کہ سبعہ احرف سے مراد عرب کی سات فصیح لغات ہیں جو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر موجود ہیں۔

اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس قول کے حامل علماء میں لغات کے تعین میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔(۱۰۸) انہوں نے سات لغات تک محدود کرنے کی کوشش کی ہے لیکن قرآن مجید میں لغات اس سے زیادہ ہیں علامہ سیوطیؒ نے واسطی سے نقل کیا ہے کہ قرآن میں چالیس لغات پائی جاتی ہیں۔(۱۰۹)

جبکہ ابن حسنون کی روایت سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب کتاب اللغات فی القرآن جس کی تحقیق صلاح الدین منجد نے کی ہے اس میں محقق نے کتاب شروع کرنے سے پہلے ایک جدول میں یہ وضاحت کی ہے کہ اس کتاب میں کون کون سے قبائل کے کتنے الفاظ موجود ہیں اس جدول کے مطابق ۲۹ قبائل کے ۳۲۷ الفاظ ہیں جو قرآن مجید میں استعمال ہوئے قریش سے ۱۰۴، ہذیل کے ۴۵، کنانہ کے ۳۶، حمیر کے ۲۳، جرھم کے ۲۱، تمیم اور قیس عیلان دونوں کے تیرہ تیرہ اور عمان، ازشنوءۃ، خثعم کے چھ چھ اور طئ، مذحج، مدین، غسان کے پانچ پانچ اور بنو حنیفہ، حضر موت، اشعر کے چار چار، انمار کے تین، خزاعہ، بنو عامر، لخم، کندۃ، سبا، یمامۃ، مزینہ، ثقیف کے دو دو اور

عمالقہ، سدوس اور سعد العشیرہ کا ایک ایک لفظ شامل ہے۔(۱۱۰)

کتاب میں ۲۹ قبائل کے تقریباً ۳۲۷ الفاظ دیے گئے ہیں جو قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔(۱۱۱)

دوسرا یہ سبعہ احرف سے سات لغات مراد لی جائیں تو حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ہشام بن حکیمؓ کے درمیان اختلاف کیوں ہوا حالانکہ دونوں قریشی تھے، امام سیوطیؒ نے لکھا ہے:

"ردّ هذا القول بأن عمر بن خطاب و هشام بن حكيم كلاهما قرشي من لغة واحدة و قبيلة واحدة، وقد اختلف قراء تهما، ومحال أن ينكر عليه عمر لغته فدل على ان المراد بالاحرف السبعة غير اللغات"(۱۱۲)

(۴) امام طحاوی جو سبعہ احرف کو سات لغات مانتے ہیں قرآن مجید میں ان کے وجود کے بارے ان کا کہنا یہ ہے کہ عہد نبویؐ میں ہی باقی چھ حروف منسوخ ہو گئے ان کے موقف کے پہلے پہلو کا رد تو کیا جا چکا دوسرا پہلو کہ باقی چھ حروف منسوخ ہو گئے علامہ طحاوی نے باقی چھ حروف منسوخ ہونے کی کوئی دلیل نہیں دی اور حقیقت یہ ہے کہ باقی چھ حروف منسوخ نہیں ہوئے اور جو نسخ عرضہ اخیرہ میں ہوا اس میں ہمیں کوئی ایسی بات نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ سات حروف میں سے باقی چھ حروف منسوخ ہو گئے۔ امام طحاویؒ کے قول کی تائید میرے علم کے مطابق کسی ایک عالم نے بھی نہیں کی۔

(۵) سات لغات والے قول میں تیسرا موقف ابن جریر کا ہے اکثر علماء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اس موقف کے رد میں علامہ زرقانی نے اپنی کتاب مناہل العرفان میں کئی دلائل دیے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے: (۱۱۳)

پہلی دلیل: ایک حرف میں سات مترادف الفاظ اختلاف قراءات کی سات انواع میں سے ایک ہے اور یہ ایک نوع اختلاف ابدال ابن جریر کے موقف سے زیادہ عام ہے کیونکہ اس میں ترادف کی شرط نہیں جبکہ ابن جریرؒ کے موقف میں ترادف کی شرط پائی جاتی ہے۔ جبکہ قراءاتِ متواترہ کی دوسری وجوہ جو آج بھی مذہب مختار کے مطابق مصحف میں مکتوب ہیں کہاں جائیں گی۔ لہٰذا یہ قول تمام انواع کو جامع نہیں بلکہ اس میں اختلاف قراءات کی صرف ایک نوع پائی جاتی ہے اور ترادف کی شرط کی وجہ سے یہ ایک بھی عام نہیں ہے۔

دوسری دلیل: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں صحابہ میں بھی مختلف حروف پر قرآن کی قراءات میں اختلاف ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حروف کو باقی رکھا اور ان کا اشکال اور اختلاف دور کیا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ عہدِ عثمانیؓ میں لوگوں کے ان حروف میں اختلاف کی وجہ سے باقی چھ حروف چھوڑ دیے جاتے۔

تیسری دلیل: سات حروف پر قراءات کی اجازت قیامت تک ساری امت کی سہولت کے لیے تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی کہ قرآن کو ایک حرف پر پڑھے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ

قیامت تک رہنے والی ہے آج بھی ہم اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ بعض اسلامی قبائل کو بعض حروف اور لہجوں کی ادائیگی میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ نے امت اسلامیہ پر رحمت اور ان کے لیے تخفیف کا جو دروازہ کھولا تھا یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابہ اس دروازے کو بند کرنا روا سمجھیں اور اس تخفیف کی مخالفت کریں جس کی تلقین اور ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد حروف طلب فرما کر دی اور اس بارے اختلافات کے اس علاج کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد حروف کو برقرار رکھ کے فرمایا۔

پانچویں دلیل: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب باقی چھ حروف کے ضیاع پر کیسے متفق ہو سکتے ہیں جن پر قرآن نازل ہوا جبکہ نہ تو ان کی تلاوت منسوخ ہوئی اور نہ ہی حکم منسوخ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے برقرار رکھا لہٰذا کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کو باقی چھ حروف پر قراءات سے روکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اختلاف کرنے والے کی قراءت کو درست قرار دیا اور ان میں سے ہر ایک کو یہی فرمایا (ہکذا انزلت) لہٰذا صحابہ خصوصاً حضرت عثمانؓ کے بارے یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے باقی چھ حروف کو متروک قرار دے دیا ہو۔

چھٹی دلیل: اس قول کو حضرت عثمانؓ کی طرف اس لیے بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ عہدِ عثمانیؓ میں جو مصاحف لکھے گئے وہ سب اس مصحف سے نقل کیے گئے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تیار کروایا تھا اور ظاہر ہے کہ اختلاف کی نوبت تو عہدِ عثمانی میں پیش آئی جبکہ عہدِ عثمانی کے مصاحف حضرت ابوبکرؓ کے مصحف کے مطابق تھے اور حروف سبعہ کو شامل تھے کیونکہ اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے کہ خلیفہ اول کے تیار کردہ مصحف میں صحابہؓ نے قرآن کے باقی چھ حروف کو نظر انداز کر دیا ہو اگر ایسا ہوتا تو یہ بات ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچتی۔

ساتویں دلیل: اگر ایک حرف پر قرآن جمع کیے جانے پر اجماع ہوتا تو علماء سبعہ احرف کے معنی میں اس قدر اختلاف نہ کرتے لیکن اس کے برعکس سبعہ احرف کے معانی میں چالیس مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

آٹھویں دلیل: اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ سبعہ احرف میں سے باقی چھ حروف چھوڑ دیے گئے تو ان کا تاریخ میں ذکر کیوں نہیں ملتا۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ نے تو ایسی آیات کی تاریخ کو بھی محفوظ رکھا جن کی تلاوت اور حکم منسوخ ہو چکے تھے یہاں تک کہ قراءات شاذہ بھی محفوظ ہیں جو ہم تک نقل کی گئی ہیں اور احادیث منسوخہ اور احادیث موضوعہ بھی متروک العمل ہونے کے باوجود محفوظ ہیں۔

(ح) کیا مصاحف عثمانیہ میں سبعہ احرف موجود ہیں:

قرآن مجید میں سبعہ احرف کی موجودگی کے بارے میں تین آراء پائی جاتی ہیں۔

(۱) پہلی رائے ابن جریر اور ان کی تائید کرنے والے علماء کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عہد عثمانیؓ میں مصلحت کی خاطر سات حرف میں سے باقی چھ حروف کو متروک قرار دے دیا گیا اور قرآن مجید کو ایک حرف یعنی لغت قریش پر محفوظ کیا گیا لہٰذا علماء کے اس گروہ کے نزدیک اب قرآن مجید میں ساتوں حروف محفوظ نہیں ہیں۔

(۲) دوسری رائے فقہاء، قراء اور متکلمین کی ایک جماعت کی ہے۔ مصاحف عثمانیہ سارے حروف سبعہ پر مشتمل ہیں اس کی بنیاد یہ ہے کہ امت کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ حروف سبعہ میں سے کسی ایک کو بھی نقل کرنے میں تساہل برتیں جس پر قرآن مجید نازل ہوا جبکہ صحابہ کا مصاحفِ عثمانیہ کا ان صحف سے نقل کرنے پر اجماع ہے جن کو حضرت ابو بکرؓ، اور حضرت عمرؓ نے لکھا اور وہ مصاحف مختلف بلادِ اسلامیہ میں بھیجے گئے نیز اس بات پر بھی صحابہ کا اجماع ہے کہ ان کے علاوہ مصاحف کو متروک قرار دے دیا گیا لہٰذا یہ بات جائز نہیں کہ حروفِ سبعہ میں سے بعض پر قراءات کرنے سے روکا جائے اور نہ ہی قرآن کے کسی ایک حصے کو چھوڑنے پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (۱۱۴) یہ قول بھی مرجوح ہے کیونکہ عرضہ اخیرہ میں کئی حروف منسوخ ہو چکے تھے۔ اس لیے وہ مصاحفِ عثمانیہ میں شامل نہ تھے۔ (۱۱۵) دوسرا یہ کہ سارے حروف پر قراءات واجب نہ تھیں بلکہ ان میں سے کسی ایک حرف پر قراءات کا اختیار تھا۔

(۳) سلف و خلف میں سے جمہور علماء اور مسلمانوں کے آئمہ کے نزدیک مصاحف عثمانیہ حروف سبعہ میں سے صرف ان حروف پر مشتمل ہیں جو ان کے رسم کے مطابق ہیں اور عرضہ اخیرہ کے جامع ہیں جس کا دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کے ساتھ کیا لہٰذا وہ سب ان مصاحف میں شامل ہیں اور اس میں سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا گیا۔ (۱۱۶)

فن قراءات کے مشہور امام ابن جزریؒ نے اس قول کے بارے لکھا ہے میرے نزدیک یہی وہ قول ہے جس کی صحت ظاہر ہے کیونکہ صحیح احادیث اور مشہور آثار اسی پر دلالت کرتے ہیں اور اسی قول کی گواہی دیتے ہیں۔ (۱۱۷)

ان تینوں اقوال میں سے پہلے دونوں اقوال مرجوح ہے جن کی تردید میں دلائل دیئے جا چکے ہیں اور تیسرا قول راجح ہے جس کو امامؒ ابن جزریؒ اور آپ کے ہم خیال علماء نے اختیار کیا ہے۔

خلاصہ بحث

۱۔ سبعہ احرف پر نزول قرآن علوم القرآن کی انتہائی اہم بحث ہے۔

۲۔ احادیث کے تواتر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا۔

۳۔ سبعہ احرف کی مراد اور مفہوم میں علماء کے درمیان تقریباً چالیس اختلافی اقوال پائے جاتے ہیں جن میں سے کم ہی ایسے ہیں جو قابل اعتماد ہیں۔

۴۔ سبعہ احرف میں سبعہ سے مراد سات کا حقیقی عدد ہے جو چھ اور آٹھ کے درمیان معروف ہے۔

۵۔ سبعہ احرف سے مراد سات قراءات ہیں یہ قول غلط ہے کیونکہ سات کے علاوہ بھی متواتر قراءتیں موجود ہیں۔

۶۔ سبعہ احرف سے مراد عرب کی سات فصیح لغات ہیں جو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ یہ قول ابو عبید اور ان کی جماعت کا ہے لیکن یہ قول بھی مرجوح ہے۔

۷۔ سبعہ احرف سے مراد وہ سات لغات ہیں جو ایک کلمہ میں پائی جاتی ہیں جن کے معانی ایک جیسے اور الفاظ مختلف ہوتے ہیں لیکن عہدِ نبویؐ میں باقی چھ حروف منسوخ ہو گئے اور ایک حرف باقی رہا جس پر سب سے پہلے قرآن نازل ہوا یہ قول طحاوی کا ہے لیکن یہ بھی قابل ترجیح نہیں ہے کیونکہ باقی چھ حروف کے منسوخ کیے جانے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

۸۔ سبعہ احرف سے مراد وہ سات لغات ہیں جو ایک کلمہ میں پائی جاتی ہیں جن کے معانی ایک جیسے لیکن الفاظ مختلف ہوتے ہیں جو عہدِ عثمانی تک محفوظ رہے لیکن عہدِ عثمانیؓ میں مسلمانوں کو اختلاف قراءات سے محفوظ رکھنے کے لیے باقی چھ حروف کو متروک قرار دے کر قرآن مجید کو ایک حرف یعنی لغت قریش پر محفوظ کر لیا گیا یہ ابن جریرؒ اور ان کے متبعین کا موقف ہے لیکن یہ قول بھی درست نہیں کیونکہ صحابہؓ ایسے حروف کو ضائع کرنے پر کیسے متفق ہو سکتے ہیں جن کی حیثیت قرآن کی ہے اور جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی تخفیف اور سہولت کے لیے خود طلب کیا ہو۔

۹۔ سبعہ احرف سے مراد اختلاف قراءات کی سات نوعیتیں ہیں جیسے اسماء، افعال، وجوہ اعراب، کمی زیادتی، تقدیم و تاخیر، ابدال اور لہجات کا اختلاف۔ یہی قول راجح ہے کیونکہ یہ نہ صرف احادیث سے مطابقت رکھتا ہے بلکہ قراءات کے سارے اختلافات کو جامع ہے۔ اس سے یہ بھی نہیں ماننا پڑتا کہ سات حروف میں سے کوئی حرف متروک یا منسوخ ہو گیا ہے۔

۱۰۔ مصاحفِ عثمانیہ میں سبعہ احرف موجود ہیں یا نہیں اس بارے راجح قول یہ ہے کہ ساتوں حروف میں سے وہ سب مصاحف عثمانیہ میں موجود ہیں جو اس کے رسم کے مطابق ہیں اور عرضہ اخیرہ کے جامع ہیں۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

۱- طبری، مقدمہ جامع البیان عن تاویل ای القرآن، بیروت، دار الفکر ۱۹۹۵، ۲۴/۱؛ ابن عطیہ، مقدمہ المحرر الوجیز، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۱، ۴۳/۱؛ مقدمہ الجامع لاحکام القرآن، ۴۱/۱۔

۲- طحاوی، مشکل الآثار، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۵، ۱۲۵/۴؛ ابو الولید باجی، المنتقی شرح موطا امام مالک، دار الفکر العربی، ۳۴۶/۱؛ بدر الدین عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، بیروت، دار الفکر، ۲۵۸/۱۲۔

۳- ابو عبید، فضائل القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ص ۲۰۰؛ ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن، المکتبۃ العلمیہ، ص ۳۵؛ ابن جوزی، فنون الافنان، بیروت، دار البشائر الاسلامیہ، ۱۹۸۷، ص ۱۹۶؛ ابن جزری، النشر فی القراءات العشر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۸، ۱۹/۱؛ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۹، ۱۷۲/۱۔

۴- یہ کتاب ڈاکٹر عبد المہیمن کی تحقیق کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی۔

۵- فضائل القرآن، ص ۲۰۷۔

۶- النشر، ۲۱/۱۔

۷- بخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف (۴۹۹۲)؛ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب بیان أن القرآن علی سبعۃ احرف، وبیان معناہ، (۱۸۹۹)۔

۸- مسلم، الجامع الصحیح، (۱۹۰۴)۔

۹- ایضاً، (۱۹۰۶ء)۔

۱۰- نسائی، السنن، کتاب افتتاح الصلوۃ، باب جامع ما جاء فی القرآن، (۹۴۲)۔

۱۱- ترمذی، الجامع، ابواب القراءات، باب ما جاء ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف، (۲۹۴۴)۔

۱۲- بخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم، (۳۴۷۶)۔

۱۳- ایضاً، کتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف، (۴۹۹۱)؛ صحیح مسلم، ایضاً (۱۹۰۲)۔

۱۴- ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن، ص ۳۵؛ ابن جریر، جامع البیان ۳۹/۱؛ فضائل القرآن، ص ۲۰۷؛ زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ۱۰۵/۱؛ الاتقان ۱۷۲/۱؛ امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ص ۱۱۹۔

۱۵- ماخوذ، دانی، الاحرف السبعۃ، مکۃ المکرّمہ، مکتبۃ المنارہ، ۱۹۸۸، ص ۲۷، ۲۸۔

۱۶- زرکشی، البرہان، ۲۷۰/۱۔

۱۷- فنون الافنان، ص ۲۰۰۔

۱۸- الاتقان ۱/۱۷۲۔

۱۹- فنون الافنان، ص ۲۰۰۔

۲۰- البرہان ۱/۲۸۵۔

۲۱- قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱/۴۲۔

۲۲- الاتقان، ۱/۱۷۲۔

۲۳- داؤدی، طبقات المفسرین، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۲، ص ۳۱۷۔

۲۴- الاتقان ۱/۱۷۲۔

۲۵- قاسمی، محاسن التاویل، ۱/۲۸۷۔

۲۶- رافعی، اعجاز القرآن، ص ۷۰۔

۲۷- ابن العماد حنبلی، شذرات الذہب، القاہرہ، مکتبہ القدسی، ۱۳۵۰ھ، ۶/۱۳۱۔

۲۸- خازن، لباب التاویل فی معانی التنزیل، پشاور، دارالکتب العربیہ، ۱/۹۔

۲۹- الجامع لاحکام القرآن، ۱/۴۲؛ الاتقان ۱/۱۷۷۔

۳۰- فضائل القرآن، ص ۲۰۳۔

۳۱- غریب الحدیث، ۱/۴۵۱۔

۳۲- ابوشامہ، المرشد الوجیز، انقرہ، دار وقف الدیانۃ الترکیۃ للطباعۃ والنشر، ۱۹۸۶، ص ۹۹، ۱۰۰۔

۳۳- بنی اسرائیل ۱۷:۲۳۔

۳۴- ابوشامہ، المرشد الوجیز، ص ۱۰۰۔

۳۵- فضائل القرآن ص ۲۰۷۔

۳۶- قیسی، کتاب الابانہ عن معانی القراءات، دمشق، دارالمامون، ۲۰۰۶ء، ص ۴۱۔

۳۷- بیہقی، شعب الایمان باب فی تعظیم القرآن، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۲/۴۲۱۔

۳۸- مقدمۃ المحرر الوجیز، ۱/۴۶۔

۳۹- الفاطر ۳۵:۱۔

۴۰- مقدمۃ المحرر الوجیز، ۱/۴۶۔

۴۱- مقدمۃ جامع البیان، ۱/۴۲۔

۴۲- ایضاً، ۱/۴۶، ۴۷۔

۴۳- قرطبی، التذکار، بیروت، دارالکتاب العربی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۶، ۲۷۔

۴۴- ابن قیم، البدائع فی علوم القرآن، بیروت، دارالمعرفہ، ۱۴۲۴ھ، ص ۱۱۳۔

۴۵- ابوشہبہ، المدخل لدراسۃ القرآن الکریم، الکویت، غراس للنشر والتوزیع، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷۸۔
۴۶- مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، ریاض، مکتبۃ المعارف، ۱۹۹۶ء، ص ۱۶۲۔
۴۷- فضل حسین عباس، اتقان البرہان فی علوم القرآن، اردن، دار الفرقان، ۱۹۹۷ء، ۱۱۹/۲۔
۴۸- الجدیع، المقامات الاساسیۃ فی علوم القرآن، بیروت، موسسۃ الریان، ۲۰۰۶ء، ص ۷۵۔
۴۹- مسند احمد، ۵۱/۵؛ مشکل الآثار، ۱۳۲/۴؛ مقدمۃ جامع البیان، ۳۸/۱۔
۵۰- الحدید ۵۷: ۱۳۔
۵۱- مقدمۃ الجامع لاحکام القرآن، ۴۲/۱۔
۵۲- البقرۃ ۲: ۶۰۔
۵۳- مقدمۃ الجامع لاحکام القرآن، ۴۲/۱۔
۵۴- مقدمۃ جامع البیان، ۴۲/۱-۴۸۔
۵۵- طبقات المفسرین، ص ۵۷۔
۵۶- مشکل الآثار ۱۳۱/۴، ۱۳۲۔
۵۷- النیشاپوری، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء، ۲۴/۱۔
۵۸- تاویل مشکل القرآن، ص ۳۶۔
۵۹- النشر ۲۷/۱۔
۶۰- الجامع لاحکام القرآن، ۴۵/۱۔
۶۱- النشر ۲۶/۱۔
۶۲- زرقانی، مناہل العرفان، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۸ء، ۱۱۴/۱۔
۶۳- الجزائری، التبیان لبعض المباحث المتعلقۃ بالقرآن، مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ، ص ۸۹۔
۶۴- مباحث فی علوم القرآن، ص ۱۰۸۔
۶۵- عدنان زرزور، علوم القرآن، المکتب الاسلامی، ص ۱۱۴۔
۶۶- التبیان فی علوم القرآن، ص ۲۱۷۔
۶۷- طبقات المفسرین، ص ۵۰۰۔
۶۸- الانعام ۶: ۱۱۵؛ الاعراف ۷: ۱۳۷؛ ہود: ۱۱۹۔
۶۹- البقرۃ ۲: ۴۸۔
۷۰- الفاطر: ۳۰۔

۷۱- الاعراف ۷:۱۳۷۔

۷۲- البقرۃ ۲:۱۰۲۔

۷۳- البقرہ ۲:۲۵۹۔

۷۴- ماخوذ تفسیر غریب القرآن، پشاور، مکتبہ توحید وسنہ، ۱۹۷۸ء، ۱/۲۴۔

۷۵- تاویل مشکل القرآن، ص ۳۶۔

۷۶- ھود ۱۱:۷۸۔

۷۷- السبا ۳۴:۱۷۔

۷۸- السبا ۳۴:۱۹۔

۷۹- البقرۃ ۲:۲۵۹۔

۸۰- یٰس ۳۶:۲۹۔

۸۱- القارعۃ ۱۰۱:۵۔

۸۲- الواقعۃ ۵۶:۲۹۔

۸۳- ق ۵۰:۱۹۔

۸۴- یٰس ۳۶:۳۵۔

۸۵- تاویل مشکل القرآن، ص ۳۶-۳۸۔

۸۶- النشر ۱/۱۷۹۔

۸۷- مناہل العرفان ۱/۱۱۵، ۱۱۶۔

۸۸- المؤمنون ۲۴:۸۔

۸۹- السبا ۳۴:۱۹۔

۹۰- البروج ۸۵:۱۵۔

۹۱- اللیل ۹۲:۳۔

۹۲- ق ۵۰:۱۹۔

۹۳- البقرۃ ۲:۲۵۹۔

۹۴- النازعات ۷۹:۱۵۔

۹۵- طبقات المفسرین، ص ۳۴۴۔

۹۶- النشر ۱/۲۶۔

۹۷- النسآء ۴:۳۷۔

۹۸- یوسف۱۲:۴۵۔

۹۹- یونس۱۰:۹۲۔

۱۰۰- الفاتحہ۱:۶۔

۱۰۱- مومن۴۰:۲۱۔

۱۰۲- التوبۃ ۹:۱۱۱۔

۱۰۳-البقرۃ۲:۱۳۲۔

۱۰۴- ماخوذ النشر ۱/۲۶۔

۱۰۵- ماخوذ مناہل العرفان ۱/۱۱۶،۱۱۷۔

۱۰۶- النشر ۱/۲۶؛الاتقان ۱/۱۷۳۔

۱۰۷- الجامع لاحکام القرآن، ۱/۵۲؛ المرشد الوجیز ص ۱۴۶؛ النشر ۱/۳۳؛ مناہل العرفان، ۱/۱۲۷۔

۱۰۸- فضائل القرآن، ص۲۰۴؛ البرہان ص ۲۷۸؛ النشر ۱/۲۴۔

۱۰۹- الاتقان ۱/۴۲۳۔

۱۱۰- منجد، صلاح الدین، مقدمہ، کتاب اللغات فی القرآن (روایۃ ابن حسنون باسنادہ الی ابن عباس)، بیروت، دارالکتاب الجدید،۲،۱۹۷۲ء،ص ۷۔

۱۱۱- ایضاً۔

۱۱۲- الاتقان ۱/۱۷۹۔

۱۱۳- مناہل العرفان ۱/۱۲۸تا ۱۳۲۔

۱۱۴- النشر ۱/۳۱۔

۱۱۵- فضائل القرآن، ص۹۰۔

۱۱۶- النشر ،۱/۳۱۔

۱۱۷- ایضاً۔